توکل کا قرآنی مفہوم*

الطاف احمد اعظمی

توحید کا ایک اہم تقاضا توکل بھی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ توحید کی روح ہے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔ توکل کے مفہوم میں علماء کے درمیان خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر صوفیہ کے نزدیک توکل ترک تدابیر اور نفی اسباب کا نام ہے[1] لیکن غیر صوفی علماء کے نزدیک توکل اور تدبیر میں کوئی تخالف نہیں ہے بلکہ از روئے قرآن وسنت تدبیر کا اختیار کرنا ہر بندۂ مومن کے لیے ضروری ہے البتہ نتیجۂ تدبیر کو خدا کے سپرد کر دینا چاہیے کہ یہی توکل ہے۔ آئیے دیکھیں کہ اس سلسلے میں قرآن مجید ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے۔

قرآن مجید میں بکثرت مقامات پر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات پر اعتماد و توکل جزء ایمان ہے اس کے بغیر نہ ایمان معتبر ہے اور نہ ہی اسلام کے کوئی معنی ہیں جیسا کہ ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا (المزمل: ۹)	وہ مشرق اور مغرب دونوں کا رب ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں بس اسی کو کفایت کرنے والا بنالو (یعنی اپنے معاملے کو اس کے سپرد کردو اور اس پر بھروسہ کرو)۔

دوسری جگہ ہے:

قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ	کہہ دو کہ وہ میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کیا

(الرعد : ۳۰) اور اسی کے پاس مجھے جانا ہے۔

ایک اور مقام پر ہے:

وَقَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ۝ (یونس ۸۴)	موسیٰ نے کہا، اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس کے مطیع و فرماں بردار ہو تو اسی پر بھروسہ کرو۔

توکل کا غیر قرآنی مفہوم :

آیاتِ مذکورہ میں جس توکل کی تعلیم دی گئی ہے اس کا مطلب صوفیہ کے یہاں، جیسا کہ شروع میں بیان ہوا، ترکِ تدابیر اور نفیِ اسباب ہے، کیونکہ ان کے نزدیک تدابیر و اسباب کے اختیار کرنے کے معنی سببِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چشم پوشی کے ہیں اور یہ چیز خلافِ توکل ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"توکل کے تین درجے ہیں، پہلا درجہ یہ کہ اللہ پر وثوق ہو جیسا کہ امانت دار مہربان، شفیق اور درست کار وکیل پر ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ اللہ کے ساتھ ایسا معاملہ ہو جیسے بچّے کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ اس کے سوا کسی کو نہیں جانتا اور اسی کی طرف ہر بات میں رجوع کرتا ہے اور سب سے پہلے اسی کا خیال اس کے دل میں آتا ہے۔ یہ مقام ترکِ دُعا اور سوال عن غیر اللہ کو چاہتا ہے کیونکہ وہ شفیق و کریم ہے۔ اب آپ سوال کریں گے کہ کیا بندے کا اسباب و تدابیر کے ساتھ کوئی تعلق رہ جاتا ہے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ تیسرا مقام تدبیر کی نفی کرنا ہے البتہ اللہ سے دعا اور بچے کی طرح تضرع و زاری کرسکتا ہے۔[۹]"

اس سلسلے میں ذوالنون مصریؒ کے سفر کا ایک واقعہ بھی سن لیں، جس سے توکل کے صوفی مفہوم کی بھرپور وضاحت ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

"میں نے برسوں سفر کیا لیکن حقیقی توکل تک میری رسائی صحیح معنی میں صرف ایک بار ہوسکی۔ ایک بحری سفر کے دوران میرا جہاز ٹوٹ گیا۔ میں (الغرض

حفاظت) شکستہ جہاز کے ایک ٹکڑے پر سوار ہو گیا لیکن میرے دل نے کہا کہ اگر
اللہ نے تیرے حق میں ڈوب جانے کا ہی فیصلہ کر دیا ہے تو لکڑی کا یہ تختہ تیرے
کس کام آسکتا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے چھوڑ دیا اور پانی پر آرہا اور بالآخر ساحل
تک پہنچ گیا [۳۱]

صوفیہ اس تصور توکل کی تائید میں قرآن مجید کی جن آیات کو بالعموم پیش کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ھود: ۶)	کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔
وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ (العنکبوت: ۶۰)	اور بہت سے جاندار ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں چلتے۔ اللہ ہی ان کو بھی روزی دیتا ہے اور تم کو بھی۔
وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ٥ (الشعراء: ۸۰)	اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے۔

ان آیات کا صوفیہ نے جو مفہوم لیا ہے یعنی ترک تدابیر وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اول الذکر دو آیتوں میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ ہر ذی حیات کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ بغیر سعی و جہد کے ہر جاندار کا رزق اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ تمام حشرات الارض اور چرند و پرند اپنے رزق کی تلاش میں سرگرمی دکھاتے ہیں اور اللہ کے وعدے کے مطابق رزق پاتے ہیں۔ آج تک یہ واقعہ کہیں رونما نہیں ہوا کہ کسی چڑیا کا رزق اس کے گھونسلے میں، کسی جانور کا رزق اس کے تھان پر اور کسی کیڑے مکوڑے کا رزق اس کے بل میں کسی محنت اور کوشش کے بغیر پہنچ گیا ہو۔

سوچنے کا مقام ہے کہ جب انسان سے کم تر درجہ کی مخلوقات اپنے رزق کے حصول میں جدوجہد کرتی ہیں اور بغیر جدوجہد کے انھیں ایک دانہ بھی نہیں ملتا تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے اسے کسی سعی و تدبیر کے بغیر رزق کیوں کر مل جائے گا۔ وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اپنے پوشیدہ اور موعود رزق کی تلاش میں سعی و جہد کے تمام ممکن ذرائع سے کام لے۔ قرآن مجید کہ یہی

تعلیم ہے جیسا کہ درج ذیل آیت میں فرمایا گیا ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا	جب نماز (جمعہ) ختم ہو جائے تو زمین میں
فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ	پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق)
وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے
(جمعہ: ۱۰)	رہو تاکہ تم کو فلاح حاصل ہو۔

تلاش رزق کی طرح علاج ومعالجہ بھی صوفیہ کے نزدیک خلاف توکل ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو درداءؓ سے ان کی بیماری کے ایام میں پوچھا گیا کہ آپ کو کیا شکایت ہے (ما تشتکی) انھوں نے کہا، میرے گناہ (ذنوبی) عرض کیا گیا کہ آپ کی کیا خواہش ہے (ما تشتہی) انھوں نے فرمایا: اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں۔ کہا گیا کہ آپ کے علاج کے لیے کوئی طبیب بلایا جائے، فرمایا: طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے (الطبیب امرضنی)[۴]۔

قطع نظر اس سے کہ اس روایت کا استناد کے نقطۂ نظر سے کیا درجہ ہے درایۃً یہ محل نظر ضرور ہے۔ حیرت ہے کہ دیگر امور کی طرح اس باب میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے صوفیہ نے کس طرح صرف نظر کیا ہے۔ حضرت اسامہ بن شریکؓ سے روایت ہے کہ:

عن اسامہ بن شریک قال اتیت	اسامہ بن شریک فرماتے ہیں کہ میں نبی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ	صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ کے
کانما علی رؤسهم الطیر فسلمت	اصحاب اس طرح ساکت وصامت تھے کہ
ثم قعدت فجاء الاعراب من	گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوں۔
ھاھنا فقالوا یا رسول اللہ انتداوی؟	پس میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اتنے میں کچھ
فقال تداووا فان اللہ تعالیٰ لم	بدوی آگئے۔ انھوں نے پوچھا: اے اللہ کے
یضع داء الا وضع لہ دواء	رسول کیا ہم علاج کریں؟ آپ نے فرمایا:
غیر داء واحد: الهرم[۵]	ضرور علاج کرو اس لیے کہ اللہ نے کوئی بیماری
	نہیں بنائی جس کی دوا نہ پیدا کی ہو بجز ایک
	بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ احد کے دن ایک انصاری کے زخم سے بدبو نکلنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے دو طبیب بلوائے اور فرمایا کہ اس کا علاج کرو (عالجاہ) ان دونوں نے کہا:

یارسول اللہ اناکنا نعالج ونحتاز فی الجاھلیۃ فلما جاء الاسلام فما ھو الا التوکل فقال: عالجاہ فان الذی انزل لہ الداء ثم جعل فیہ شفاء فعالجاہ فبرا، ۶	اے اللہ کے رسول ہم جاہلیت کے زمانے میں لوگوں کا علاج ومعالجہ کرتے تھے لیکن اب جب کہ اسلام آگیا ہے تو صرف توکل کافی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا علاج کرو اس لیے کہ جس نے اس کے لیے بیماری پیدا کی ہے اس کے لیے شفا بھی رکھی ہے۔ انھوں نے علاج کیا اور وہ (انصاری) اچھے ہوگئے

توکل کا قرآنی مفہوم:

اوپر کی گفتگو سے واضح ہوگیا کہ صوفیۂ کرام جس توکل کے قائل ہیں وہ قرآن مجید کے تصورِ توکل کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن مجید نے جس توکل کی تعلیم دی ہے وہ عزم و ارادہ کی نفی نہیں کرتا بلکہ اس کا اثبات کرتا ہے مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (آل عمران: ۱۵۹—۱۶۰)	جب تم (کسی کام کے کرنے کا) پختہ ارادہ کرلو تو پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔ بیشک اللہ متوکلین کو پسند کرتا ہے۔ اگر اللہ کی نصرت تمہیں حاصل ہو تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو (بے سہارا) چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرسکے۔ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اس آیت کے مطابق ایک مومن کا توکل عزم و ارادہ اور سعی و تدبیر سے بے نیاز نہیں بلکہ ہر ممکن تدبیر کے بعد جب وہ کسی کام کے کرنے کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو پھر خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے میدان عمل میں داخل ہو جاتا ہے۔

سیاق و سباق سے بالکل ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ کا تعلق جنگ میں فتح و شکست سے ہے اور صاف طور پر کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کے حق میں وہ فتح کا فیصلہ کر دے اسے کوئی شکست دینے والا نہیں اور جسے وہ شکست سے دوچار کرنا چاہے اسے کوئی فتح سے ہم کنار نہیں کر سکتا ہے۔ اس لیے اہل ایمان کو صرف اسی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیئے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حربی تدابیر سے غافل ہو جائیں۔ اگر یہ مفہوم ہوتا تو آیت میں "عزمت" کا لفظ نہ آتا۔ اس لفظ سے اقدام و ارادہ ظاہر ہوتا ہے اور اس کے لیے مناسب تدابیر کا اختیار کرنا ناگزیر ہے۔

یہ بات کہ توکل اور تدبیر لازم و ملزوم ہیں، آیات ذیل سے بالکل واضح ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم
مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّ
كُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ
لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ط
وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا
تُظْلَمُونَ ۝ وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ
فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط
إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَإِن
يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ
حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ

جس قدر تمہارے امکان میں ہو، قوت
(یعنی ہتھیار) اور پلے ہوئے گھوڑے
ان کے (مقابلے کے) لیے تیار رکھو۔ ان کے
ذریعہ تم ان کو ہراساں رکھو جو اللہ کے دشمن
ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں، اور ان کے
علاوہ دوسروں کو بھی جن سے تم بے خبر ہو
لیکن اللہ انھیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ
میں تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا
لوٹا دیا جائے گا اور اس میں تمہارے
ساتھ کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ اگر وہ (کفار)
صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ
اور اللہ پر بھروسہ رکھو، بیشک وہ خوب

بِنَصۡرِهٖ وَبِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝	سننے والا اور جاننے والا ہے اور اگر ان کا ارادہ یہ ہے کہ تم کو دھوکا دیں تو تمہارے لیے اللہ کافی ہے۔ وہی ہے جس نے تم کو اپنی (غیبی) نصرت اور مومنین (کی ظاہری مدد) سے قوت دی۔
(انفال: ۶۰-۶۲)	

اس سلسلے میں ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں:

وَاِذَا كُنۡتَ فِيۡهِمۡ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ مَّعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡيَكُوۡنُوۡا مِنۡ وَّرَآئِكُمۡ وَلۡتَاۡتِ طَآئِفَةٌ اُخۡرٰى لَمۡ يُصَلُّوۡا فَلۡيُصَلُّوۡا مَعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡا حِذۡرَهُمۡ وَاَسۡلِحَتَهُمۡ ۚ وَدَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ تَغۡفُلُوۡنَ عَنۡ اَسۡلِحَتِكُمۡ وَاَمۡتِعَتِكُمۡ فَيَمِيۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ مَّيۡلَةً وَّاحِدَةً ؕ	اور جب تم ان میں موجود ہو پھر ان کو نماز پڑھانا چاہو تو چاہیئے کہ ان میں سے ایک گروہ تو تمہارے ساتھ کھڑا ہو اور وہ لوگ ہتھیار لیے رہیں پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو تمہارے پیچھے چلے جائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے (پہلے لوگوں کی جگہ) آجائے اور تمہارے ساتھ نماز ادا کرے اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ کفار چاہتے ہیں کہ تم لوگ اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامانوں سے ذرا غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی لوٹ پڑیں۔
(نساء: ۱۰۲)	

اگر توکل کا مطلب ترک تدبیر ہوتا تو اول الذکر آیت میں مسلمانوں سے یہ نہ کہا جاتا کہ وہ جنگ کے لیے ضروری ساز و سامان ہمہ وقت تیار رکھیں۔ اگر ایک طرف مسلمانوں کو جنگی قوت فراہم کرنے کے لیے کہا گیا ہے تو دوسری طرف یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ وہ خدا کی ذات پر بھروسہ کریں گویا مومن نہ تدبیر سے غافل ہوتا ہے اور نہ توکل سے بے نیاز وہ ان دونوں ہتھیاروں سے کام لیتا ہے۔

موخر الذکر آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ میدانِ جنگ میں عبادت کے وقت بھی اپنے **اسلحہ** کو لیے رہیں اور ہر طرح ہوشیار رہیں۔ کیا یہ حزم و احتیاط توکل کے خلاف کہی جا سکتی ہے۔ تدبیر اور توکل میں جو لطیف ربط ہے اس کا ذکر اللہ کے ایک نبی نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۚ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ (یوسف : ۶۸)	اور اس نے کہا: تم سب ایک ہی دروازہ سے (شہر میں) داخل نہ ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے جانا میں اللہ کے (فیصلہ) کے مقابلے میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا حکم اللہ ہی کا ہے۔ (اس ظاہری تدبیر کے باوجود) میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

ایک جلیل القدر پیغمبر یعنی یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ جب وہ غلہ لینے کے لیے مصر میں داخل ہوں تو کس تدبیر سے داخل ہوں۔ لیکن اس تعلیم و تلقین کے فوراً بعد یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ اس تدبیر سے تم یہ نہ سمجھ لینا کہ میں اللہ کے کسی فیصلہ کو ٹال سکتا ہوں۔ انسان صرف تدبیر کا مکلف ہے فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جس خوبصورتی سے اللہ کے اس پیغمبر نے تدبیر اور توکل کے باہمی ربط کی وضاحت کی ہے اس سے بہتر اس کی وضاحت ممکن نہیں ہے۔

توکل کے متذکرہ بالا مفہوم کے ساتھ یہ بھی جان لیں کہ توکل میں غیر اللہ سے بے خوفی و بے اعتنائی بھی شامل ہے یعنی مومن کسی حال میں بھی خدا کے سوا نہ تو کسی سے خوف کھائے اور نہ ہی کسی طرح کے نفع کی امید رکھے کہ نفع و ضرر کا سر رشتہ تمام تر خدا کے ہاتھ میں ہے۔ توکل کے اس پہلو کو بھی قرآن مجید میں ایک سے زیادہ مقامات پر بیان کر دیا گیا ہے مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا ہے،

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ	ان سے کہہ دو کہ کیا کبھی تم نے سوچا کہ خدا کے سوا تم جن معبودوں کو پکارتے ہو اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ معبود اس کی دی ہوئی تکلیف کو

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○	دور کر سکتے ہیں؟ یا اللہ میرے ساتھ مہربانی کا معاملہ کرنا چاہے تو کیا یہ معبود اس کی رحمت وعنایت کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دو کہ میرے لیے خدا کافی ہے، اسی پر متوکلین کو بھروسہ کرنا چاہیے۔
(زمر : ۳۸)	

دوسری جگہ ہے:

مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ○ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ	خدا کے سوا تم سب مل کر میرے خلاف ہر خفیہ تدبیر کر لو اور مجھ کو ذرا بھی مہلت نہ دو، میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا بھی مالک وآقا ہے اور تمہارا بھی۔
(ہود: ۵۵-۵۶)	

خلاصہ:

گذشتہ صفحات میں ہم نے توکل کے جس قرآنی مفہوم کی وضاحت کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) تدبیر اور توکل میں کوئی تباین نہیں ہے۔
(۲) تدابیر کا اختیار کرنا از روئے قرآن وسنت ہر مومن پر واجب ہے۔
(۳) تدابیر پر بھروسہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے کہ آخری فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہے دوسرے لفظوں میں اقدام بندے کا کام ہے اور اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہے اس لیے بھروسہ کے قابل اسی کی ذات ہے۔
(۴) اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرنا یا اس سے کسی طرح کے نفع کی امید رکھنا توکل کے خلاف ہے اس لیے کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی آدمی نہ تو کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔

ماٰخذ و حواشی

یہ مضمون ہماری زیرِ تالیف کتاب "توحید کا قرآنی تصور" کی ایک فصل کا خلاصہ ہے (الطاف)

معدودے چند صوفیہ اس کے خلاف بھی رائے رکھتے ہیں مثلاً مولانا جلال الدین رومی جن کے نزدیک توکل کے ساتھ تدبیر بھی ضروری ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

گفت آرے گر توکل رہبر است — ایں سبب ہم سنت پیغمبر است

گفت پیغمبر بآواز بلند — بر توکل زانوے اشتر بہ بند

رمز الکاسب حبیب اللہ شنو — از توکل درسبب کاہل مشو

در توکل کسب وجہد اَرلی تر است — تا حبیب حق شوی ایں بہتر است

رو توکل کن تو باکسب اے عمو — جہد می کن کسب می کن مو بمو

"اس نے کہا بیشک اگرچہ توکل رہبر ہے لیکن سبب اختیار کرنا بھی پیغمبر کی سنت ہے۔ پیغمبر نے بلند آواز سے فرمایا ہے: توکل کے ساتھ اونٹ کے گھٹنے باندھ دو۔ "الکاسب حبیب اللہ" کا نکتہ سنو۔ توکل کی وجہ سے سبب اختیار کرنے میں سست نہ ہو۔ توکل میں کسب اور کوشش زیادہ بہتر ہے تاکہ تو اللہ کا محبوب بن جائے یہ بہتر ہے۔ اے چچا جا، کوشش کے ساتھ توکل کر، ہاں کوشش کر، کسب کر، اور سر بسر کسب کر۔"

۲ وکیل وہ ہے جس پر بھروسہ کیا جائے جس کو عاجز آدمی اپنا کام سپرد کر دے (منجد)

۳ امام غزالی، المرشد الامین خلاصہ احیاء العلوم مطبوعہ نئی دہلی ۱۹۸۸ء صـ ۲۴۸، ۲۴۹

۴ علامہ ابن الجوزی، تلبیس ابلیس، مطبوعہ الطارق الطباعۃ المنیریۃ ۱۳۶۹ھ صـ ۲۶۹، ۱۹۵۰

۵ الدکتور سلمان قطایۃ، مخطوطات الطب والصیدلۃ فی المکتبات العامۃ بحلب، ۱۳۹۷/۱۹۷۶ء صـ ۲۰۵

۶ بخاری، کتاب الطب، مرتبہ محدث سہارنپوری، ج ۲ صـ ۸۴۷ و ترمذی طبع میرٹھ ج ۲ صـ ۲۶ و ابن ماجہ، ابواب الطب، طبع دہلی صـ ۲۵۳ و ابو داؤد، کتاب الطب ج ۳ صـ ۱۸۳

۷ حاکم نے تخریج کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔